© rasailojaraid.com

جناب محمد اسمٰعیل عرسانی

سندھ کا ایک قدیم دارالخلافہ
رُوپا ماڑی

آج جس عمارت کا ذکر یہاں مقصود ہے وہ عمارت تحصیل بدین میں انتہائی دکھن کی طرف اندازاً تیس میل رن کچھ کے پاس ہے۔ روپا ماڑی کے نام سے کھنڈر کی شکل میں واقع ہے جو دیگر چھوٹے چھوٹے کھنڈرات کے درمیان آج تک نظر آتی ہے۔ کھنڈرات بتا رہے ہیں کہ کسی زمانے میں یہاں کوئی عظیم الشان شہر آباد تھا وسعت جنوب شمال کی طرف تقریباً دو میل اور مغرب سے مشرق کی طرف تقریباً ایک میل ہوگی۔

یہ تاریخی شہر دودو (سومروں) کے زمانے میں ان کے دارالخلافہ میں سے ایک تھا۔ دودا چنیسر دو مشہور بھائی خاص طور سے اس بستی کے باشندے تھے ان کی قبریں بھی یہیں ہیں دودے کی قبر تو بالکل روپا ماڑی کے قریب واقع ہے البتہ چنیسر کا مزار روپا ماڑی سے ایک میل جنوب کی طرف واقع ہے دونوں مزاروں کے درمیان جو میدان پڑا ہے اس میں چھوٹے چھوٹے کھنڈر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ میدان ایک شہر تھا۔ دودے اور چنیسر کو جدا جدا لقبوں سے پکارا جاتا ہے۔ دودے کو شہید لال اور چنیسر کو شاہ حسینی کہا جاتا ہے۔

دودے کے مقبرہ پر ہر سال دو اجتماع ہوتے ہیں۔ ایک پر خاص سومرا قوم کے آدمی ہر سال فصلی ماہ چیت کی ۱۳ تاریخ کو جمع ہوتے ہیں اور دوسرا اجتماع پر عام آدمیوں کا میلہ لگتا ہے جو پوہ مہینے کے پہلے اتوار کو ہوتا ہے اس میلے پر کتنے ہی آدمی اپنے بچوں کے بال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کٹواتے نظر آتے ہیں دوسرے کتنی ہی منتیں مانتے ہیں۔ اور لنگر جاری کر کے چڑھاوا ادا کرتے ہیں۔ مقبرے کے مجاور اور قبرستان کے متولی میر بحر قوم کے آدمی ہیں جو درپا ماڑی سے شمال مغرب کی طرف اندازاً چھ میل کے فاصلے پر شفیع محمد شاہ گوٹھ میں رہتے ہیں۔

موجودہ خلیفہ پچو فقیر ہے جو ہر سال یادگار قائم رکھتا ہے دودے کی قبر سے دو میل ذرا جنوب مشرق کی طرف ایک بزرگ یوسف فقیر کا ایک شاندار مقبرہ دیکھنے میں آتا ہے ان بزرگ کو ستی جتی کہتے ہیں۔ یہ درویش ذات کا لنڈ بلوچ تھی کے ڈھیر والے لنڈ فقیروں میں سے تھے جن کا گوٹھ (گاؤں) پھلڈیوں کے قریب گھیرے تعلقہ میں آج تک موجود ہے۔ یوسف فقیر کے نزدیک پیر لنڈی کا گوٹھ ہے جس کے قریب ایک زبردست قبرستان دیکھنے میں آتا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بستی اس وقت کتنی آباد ہوگی کنڈی کا گوٹھ بھی کسی وقت خاصا آباد تھا۔

مولانا مولوی حاجی احمد ملاح صاحب جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اس گوٹھ کے باشندے تھے جو یہیں پیدا ہوئے تھے مگر زمانے کی گردشوں کی وجہ سے اور زندگی کی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے ممدوح نے اپنا آبائی گاؤں ترک کر کے بدین شہر میں مستقل سکونت اختیار کی اس قدیم قبرستان میں جہاں اکثر انسانی ہڈیاں پڑی نظر آتی ہیں انہیں دیکھ کر مولانا موصوف متاثر ہوئے اور ایک بصیرت افروز نظم تخلیق کی جو ناظرین کرام کی دلچسپی کے لیے تحریر ہے۔ اصل نظم اٹھائیس بندوں پر میت کے سوال پر مشتمل ہے اور اتنے ہی بندوں پر اس کے جواب پر مشتمل ہے۔ مگر ہم یہاں بک مشت نمونہ خروارے اہل مذاق والے کیا سوال؟ نام کی نظم سے آٹھ بند اور ان کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

سيج ۾ ستو آهي سدا
سگهجي سڄائي ماڻ ڪيئن
گاديءَ ڏي هر ياگدا
سگهجي سڄائي ماڻ ڪيئن

صحرا میں وہ ہمیشہ کے لئے سو گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے۔ چاہے
وہ تخت نشین تھا یا فقیر تھا۔ اب اسے
کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۲

هو مرد جهونو يا جوان
يا هو سنهو نا توان
يا پاڻ جهاڳين پهلوان
سڀ ڪجهه سڃاڻي هاڻ ڪيئن.

وہ مرد ضعیف تھا یا جوان تھا۔ کمزور
تھا۔ بے یار و مددگار تھا یا پھر وہ پہلوان
تھا۔ اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۳

ماٿي رڻ ڌوڙ پون مٿس
سر ڌار بيو ڌڙ ڪاٿ اٿس
سو سج انهيءَ سج ۾ لٿس
سڀ ڪجهه سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اس پر ہمیشہ خاک برستی رہتی ہے
اس کا سر دھڑ سے الگ ہے
سینکڑوں سورج اس صحرا میں اس پر غروب ہو گئے
اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے

۴

ڌڙ ڌوڙ ۾ آهي ڌڙيل
منهن وار واريءَ سان ڀريل
هڏ ماس ميڄا لاڳي ريل
سڀ ڪجهه سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اس کا دھڑ دھول میں دھنسا ہوا ہے
اور منہ میں اور بالوں میں ریت بھری
ہوئی ہے اور ہڈیاں اور مغز گل
گیا ہے اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے

۵

پلٽن مٿس پاڻي پلر
ورڪن ويچاري تي ولر
ڪري ڪٽس ڪا ڏوڪلر
سڀ ڪجهه سڃاڻي هاڻ ڪيئن

جو بارش کا پانی آتا ہے وہ اسی پر
پلٹتا رہتا ہے دور یا لڈیں (چرواہے)
اپنے مویشیوں کو اس پر چراتے
رہتے ہیں۔ شور اس کی ہڈی ہڈی کو
کھا گیا ہے اور سارا جسم کھا لیا ہے
اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

۶

صورت هئس جي سونهن پري
تہ بہ هو ڪندو هوءَ ڪو پري

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڪاري ڪلر ۾ ڪلاٺ ۾ هي
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اگرچہ اس کی شکل بڑی حسین تھی مگر
مگر اب تو ریڑھ کی ہڈی سے اس کی کوہان
کی ہڈی جدا پڑی ہے اور شورے نے
اس کی کھال تمام ختم کردی ہے۔ اب اسے
کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

تو نري ٿي سڃاڻ ڪو ٿڙو
سارو جسم ٿيڙ سو ڀڳو
ڪو ڪٿ هڏ رکو ڪٿ هڏو
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

پیچھے نہ کوئی ورق ہے اور نہ پتی ہے
تمام جسم اس کا مفلوج اور چور ہو گیا
اور ہڈیاں بکھر گئیں اب اسے کیسے
پہچانا جا سکتا ہے۔

۸

احمد اکيون کو سچ اِتي
ڏک هي سر ولي هڏ ڀيڻي
هي ستال ڪنهن جا ٿيا هستي
سگهجي سڃاڻي هاڻ ڪيئن

اے احمد اسی جگہ کھول عبرت کی آنکھیں
اور اسے اپنے دل میں اچھی طرح سنبھال
کے رکھو یہ حال یہاں کس کا ہوا ہے۔
اب اسے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

موجودہ وقت میں اگر کوئی سیاح ان نشانات پر پہنچے گا اور غور سے معائنہ کرے گا تو حیرت میں پڑ جائے گا کہ اس بیابان میں جس میں صرف شور اور کاکے پانی کے سوا کچھ نہیں ہے اس میں انسان ذات نے کس طرح اپنا ڈیرہ جمایا ہوگا۔ اتنا بڑا شہر کس بنیاد پر قائم کیا ہوگا۔ جب کہ وہاں نہ پینے کا پانی میسر ہے اور نہ زمین ہی قابل کاشت ہے۔ جہاں کوئی ایک پودا بھی نہ اگ سکے۔

خداوند تعالیٰ کی شان عجیب ہے دریائے سندھ کی ایک شاخ جسے رین (ریٹ) کے نام سے پکارا جاتا ہے اس کے نشانات اب تک اس قدر نمایاں موجود ہیں کہ ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی بے دریغ کہہ سکتا ہے کہ بلاشک یہاں کسی وقت میٹھے پانی کا دریا موجزن تھا۔ درحقیقت یہ نہر چلکر لکھپت کے پاس کوڑی کھاری میں ختم ہوتی تھی نہر کے نشانات تحصیل گونی کے تانگے شاہ گوٹھ کے پاس بھی نظر آتے ہیں اور اسی طرح یہ نشانات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملتے جاتے ہیں جو بدین شہر کے سیرانی شہر کے پاس سے گذرتے ہیں اور اس کا پیٹا بالکل روپا ماڑی کے پاس سے دکھن جنوب کی طرف چلا جاتا ہے ۔ ناہگے شاہ کے آگے شمال کی طرف آبادیوں اور فصیلوں کی وجہ سے بین کے پیٹے کا پتہ نہیں چلتا ہے شاید یہ ہو کہ نصرپور کے قریب جو دریا کا اصل پیٹا ہے وہی دریا لاڑ میں آکر بین کے نام سے موسوم ہو ۔ اس زمانے کے سفر کا ذریعہ زیادہ تر دریائے سندھ ہی تھا ۔ ساری تجارت کشتیوں کے ذریعہ ہوتی تھی ۔ اس لئے اکثر جو بڑے بڑے شہر جو تجارت کے مرکز تھے وہ دریا کے کنارے ہی واقع تھے اور وہ دریا کے رخ بدلنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ برباد ہوتے گئے ۔ روپا ماڑی کے شمال کی طرف جایئے تو شاہ صابری "گھیٹا پیر، سیرانی، اور دوسرے کتنے ہی گاؤں اب زمین دوز ہو چکے ہیں ۔ ان کے نمایاں نشان دیکھنے میں آتے ہیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں گونی تعلقہ سے لیکر بدین تک فقط باجرے کی فصل ہوتی تھی اور چاول قطعی نہیں ہوتے تھے ۔ چاول صرف سیرانی اور اس سے نیچے روپا ماڑی اور مشرق کی طرف دینار ٹالپر، گل محمد ٹالپر، بھڈنی اور کڈھن سمیت بویا جاتا تھا ۔ مغرب کی طرف پھر جاتی، سجاول، اور ٹھٹھہ نگر تک دھان کی فصل ہوتی تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ جو ٹھٹھہ سے لیکر سجاول، روپا ماڑی، بھڈلی ۔ کڈھن، دگھیہ کوٹ کو جاتی ہوئی نشگر یا رکمر تک رن کچھ والا کنارا اچھی اچھی بستیوں سے آباد تھا ۔ اور معمور رہتا تھا ۔ اللہ اکبر ! مگر آج ان مقامات پر جہاں دو (سومرہ) ۱۰۵۱ء سے لیکر ستواتر تین سو سال تک نہایت شان و شوکت دبدبہ جاہ و جلال سے حکومت کی وہاں تمام تر ویرانی تباہی، بیابان اور سناٹا ہے ۔ جہاں کبھی سرسبز کھیتیاں لہلہاتی تھیں اب وہاں کالا شورا اور کالا پانی نظر آتا ہے ۔

آج یوسف فقیر کی تربت پر بھی ایک عالیشان گنبد نظر آرہا ہے مگر ان بادشاہوں کی قبروں پر گنبد اور عمارت تو کیا چکنی مٹی بھی نہیں بلکہ شور اور مور یا کھری ہوئی چند اینٹیں وہ بھی ٹکڑوں کی شکل میں پڑی نوحہ خواں ہیں ۔

پردہ داری میکند بر قصرِ قیصری عنکبوت
بوم نوبت مے زند بر گنبدِ افراسیاب

یہ بات واضح کرنا نہایت ضروری ہے کہ روپا ماڑی نام کیوں اور کس طرح پڑا ۔ حقیقت یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ سومرے حاکموں کا ہندو راجپوتوں سے نہایت اچھا سلوک ہوتا تھا اور ان کے تعلقات بھی آپس میں بہت گہرے تھے۔ سومروں کے لشکر میں کتنے ہی راجپوت نہ صرف سپاہی ہوتے تھے بلکہ سپہ سالار تک بھی ہوتے تھے۔ کہتے ہیں آتا ہے کہ دودے کے لشکر میں "ہوتو" نام کا ایک سرفروش نوجوان راجپوت سپہ سالار تھا اس نوجوان کی شادی لاڈلی روپا کنور سے ہونے والی تھی۔ ڈھول ڈھماکے بج رہے تھے۔ راجپوتنیاں شادی کی رسومات ادا کرنے میں مصروف تھیں کہ یکایک علاؤالدین سے جنگ کا اعلان ہوگیا اور لشکر کو فوری تیاری کا حکم پہنچا۔ تاریخ داں حضرات جانتے ہوں گے کہ جب چنیسر کو بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے پگڑی بندھانے کا فیصلہ کیا گیا تو چنیسر نے پگڑی باندھنے سے انکار کیا اور کہا کہ ماں سے پوچھ لوں۔ اس کے جانے کے بعد قوم کے ارادے میں تبدیلی آگئی۔ سب کہنے لگے کہ چنیسر سے فلاح نہیں ہوگی اسلئے پگڑی دودے کو باندھ دی گئی۔ چنیسر جب واپس آیا اور اس نے یہ ماجرا دیکھا تو بھائی کا جانی دشمن ہو گیا اور علاؤالدین کے پاس جاکر فریاد کی اور دودے کیخلاف علاؤالدین کو چڑھا لایا۔ جنگ کا دوسرا بگل بجتے ہی بہادر نوجوان "ہوتو" ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور شادی کی پرواہ نہیں کی۔ زرہ زیب تن کرکے میدان جنگ میں اپنی بہادری اور وفاداری کے جوہر دکھاتا ہوا کھیت رہا۔

گھوڑن ءِ گھوٹن جیئڻ ٿورا ڏينهڙا

ڪي ٿهن منجهه ڪوٽن ڪي ڏهن واهي رڻ جا

گھوڑے اور دولہوں کی زندگی تھوڑے عرصہ کی ہے

کبھی تو وہ اپنے محلوں میں ہیں اور کبھی جنگل میں پڑے رہے

نوخیز نازنین روپا کنور ساری زندگی اپنے بہادر شوہر کے ماتم میں سیاہ لباس پہنتی رہی اور اپنی ماڑی (دومنزلے) کی چار دیواری میں اپنی سوگوار زندگی گزارتی رہی۔ اس ماڑی کے بنیادوں کو ناپنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماڑی کی دیوار کی چوڑائی چھ فٹ ہے اس دومنزلے کو اسی وجہ سے روپا ماڑی کہا جاتا ہے افسوس آج ایسی مضبوط بنیادوں اور دیواروں والی حسین عمارت کی اینٹ اینٹ جدا ہے۔ آخر شاہ زماں نے ان حسین محلات جن میں کبھی سیم تن گل اندام مہ جبیں "روپا کنور" رہتی تھی پر بھی اپنا قبضہ جما لیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ھيلا ھوڏ ھيءُ تون ڏيلي ڪوٽ اڏاءِ
پيت نہ مڙنديءُ پيٽ ڪي اي ھنئين سين لاءِ
شاہ زمان سان جاءِ ھرگز ڪنھن ڄاڻي ڪا

اے غرور والے تو غرور کر محل اور ماڑیاں بنا
لیکن دیوار دیوار سے نہیں ملے گی۔ یہ اپنے دل
میں یقین کرلے کیونکہ شاہ زماں سے کوئی بھی
جیت نہیں سکا۔

تحقیق یہ دنیا فانی ہے اور فقط ذات پاک کو بقا ہے۔

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود

© rasailojaraid.com